سات رسائل
کونڈوں کی حقیقت
رجب کے روزہ کا حکم
تحقیق شب معراج
تحقیق شب براءت
شب براءت میں شیعہ کی خباثت
نصف شعبان میں ایصال ثواب
ضعیف حدیث پر عمل کرنے میں مفاسد
فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم
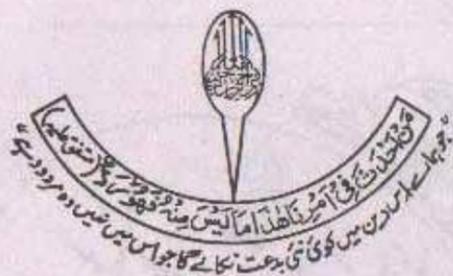
شب معراج، شب برات اور رجب و شعبان کی دوسری بدعات

نظر ثانی

تالیف

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

الرشید

سات مسائل
نظر ثانی
۱۴۱۳ھ
(۱) کونڈوں کی حقیقت
(۲) رجب کے روزہ کا حکم
(۳) تحقیق شب معراج
(۴) تحقیق شب براءت
(۵) شب براءت میں شیعہ کی خباثت
(۶) نصف شعبان میں ایصال ثواب
(۷) ضعیف حدیث پر عمل کرنے میں مفاسد
تاریخ طبع
ربیع الثانی
۱۴۲۳ھ

کتبہ فاروق

(۱)

کونڈوں کی حقیقت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ۲۲ رجب کو کونڈے کرنے کی رسم کا کیا حکم ہے؟ اور شریعت میں اسکی کیا اصل ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

کونڈوں کی مروّج رسم دشمنان صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر اظہار مسرت کے لئے ایجاد کی ہے۔ ۲۲ رجب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات ہے (طبری، استیعاب)

۲۲ رجب کو حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں۔ نہ اس میں ان کی ولادت ہوئی نہ وفات، حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ کی ولادت ۸ رمضان ۸۰ھ ہجری یا ۸۳ھ ہجری کی ہے اور وفات شوال ۱۴۸ھ ہجری میں ہوئی۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس رسم کو محض پردہ پوشی کے لئے حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے ورنہ درحقیقت یہ تقریب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی خوشی میں منائی جاتی ہے۔ جس وقت یہ رسم ایجاد ہوئی شیعہ مسلمانوں سے مغلوب و خائف تھے، اس لئے یہ اہتمام کیا گیا کہ شیرینی علانیہ تقسیم نہ کی جائے تاکہ راز فاش نہ ہو، دشمنانِ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموشی کے ساتھ ایک

دوسرے کے ہاں جاکر اسی جگہ یہ شیرینی کھالیں جہاں اس کو رکھا گیا ہے اور اس طرح اپنی خوشی و مسرت ایک دوسرے پر ظاہر کریں، جب اسکا چرچا ہوا تو اسکو حضرت جعفر صادق کی طرف منسوب کر کے یہ تہمت ان پر لگائی کہ انہوں نے خود اس تاریخ کو اپنی فاتحہ کا حکم دیا ہے، حالانکہ یہ سب منگھڑت ہے مسلمانوں پر لازم ہے کہ ہرگز ایسی رسم نہ کریں بلکہ دوسروں کو بھی اس کی حقیقت سے آگاہ کر کے اس سے بچانے کی کوشش کریں۔

شیعہ اپنے اور بھی بہت سے عقائد اور خرافات تقیہ اور مکر و فریب کے ذریعہ مسلمانوں میں پھیلا چکے ہیں جن میں سے صرف چند مثالیں رسالہ "منکرات محرم" میں درج ہیں۔ واللہ الهادی الی سبیل الرّشاد،

۲۰ رجب ۷۰ ہجری

(۲)
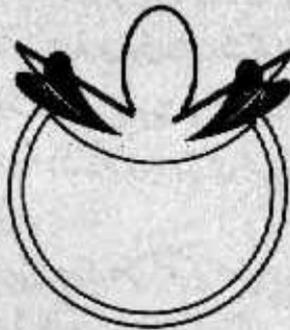
بسم اللہ الرحمن الرحیم

رجب کے روزہ کا حکم

سوال : ۲۷ رجب کا روزہ جو عوام میں مشہور ہے اس کا شریعت میں کوئی ثبوت ہے یا نہیں ؟ بیّنوا بالتفصیل اجرکم المولیٰ الجلیل ۔

الجواب باسم ملھم الصّواب

۲۷ رجب کے روزہ کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ احادیث ذیل میں اس سے ممانعت وارد ہوئی ہے ۔

(۱) عن زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صوم رجب فقال این انتم من شعبان (مصنف ابن ابی شیبۃ ص ۱۰۳ ج ۳)

(۲) عن خرشۃ بن الحر قال رأیت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یضرب اکف الناس فی رجب حتی یضعوھا فی الجفان ویقول کلوا فانما ھو شھر کان یعظمہ اھل الجاھلیۃ (حوالۂ بالا)

(۳) کان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما اذا رأی الناس وما یعدون لرجب کرہ ذلک (حوالۂ بالا)

(۴) عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لایکون اثنینیا ولا خمیسیا ولا رجبیا (حوالۂ بالا)

(۵) عن خرشۃ بن الحر قال رأیت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یضرب اکف الرجال فی صوم رجب حتی یضعوھا فی الطعام فیقول رجب وما رجب انما رجب شھر کانت تعظمہ الجاھلیۃ فلما جاء الاسلام ترک (کنز العمال ص ۳۰۹ ج ۸)

(۶) عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا ان امرأۃ ذکرت لھا انھا تصوم رجب فقالت ان کنت صائمۃ شھرا لامحالۃ فعلیک بشعبان فان فیہ الفضل (حوالۂ بالا)

(٧) عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن صیام رجب (ابن ماجۃ ص ۱۲۵)

قال الشوکانی فیہ ضعیفان زید بن عبد الحمید وداؤد بن عطاء (نیل الاوطار ص ۲۷۰ ج ۴)

قلت ینبغی العمل بالضعیف للحذر من المحظور لاسیما انما وافق الحدیث الصحیح وتأید باٰثار الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم کتب "الموضوعات" میں اس رات کی عبادت، اس دن کے روزہ اور اس میں بعثت کی سب روایات کو غیر معتبر قرار دیا گیا ہے۔

حکی ابن السبکی عن محمد بن منصور السمعانی انہ قال لم یرد فی استحباب صوم رجب علی الخصوص سنۃ ثابتۃ والاحادیث التی روی فیہ واھیۃ لا یفرح بھا عالم (نیل الاوطار ص ۲۷۰ ج ۴)

وقال الحافظ رحمہ اللہ تعالیٰ فی "تبیین العجب بما ورد فی فضل رجب" بعد انکارہ علی الروایات الباطلۃ فی فضل رجب (ورویناہ) فی "جزء ابی معاذ" الشاۃ المروزی وفی "فضائل رجب" لعبد العزیز الکتانی من طریق ضمرۃ عن ابن شوذب عن مطر الوراق عن شھر ابن حوشب عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال من صام یوم سبع وعشرین من رجب کتب اللہ لہ صیام ستین شھرًا وھو الیوم الذی ھبط فیہ جبریل علیہ السلام بالرسالۃ (وھذا) موقوف ضعیف الاسناد وھو امثل ما ورد فی ھذا المعنی (تبیین العجب ص ۲۸)

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی روایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو احیاء العلوم میں مرفوعاً ذکر فرمایا ہے، امداد الفتاویٰ میں ایک سوال میں امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دوسری تصنیف "مکاشفۃ القلوب" سے بھی یہی روایت مرفوعاً نقل کی گئی ہے۔

روایت "احیاء" کے ذیل میں عراقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ من صام یوم سبع وعشرین من رجب کتب اللہ لہ صیام ستین شھرًا وھو الیوم الذی ھبط

فیہ جبریل علیہ السلام علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم، رواہ ابو موسٰی المدینی فی کتاب "فضائل اللیالی والایام" من روایۃ شھر ابن حوشب عنہ (احیاء العلوم ص ۳۶۱ ج ۱)

اس روایت کی سند کی تحقیق کے لئے ابو موسیٰ المدینی کی کتاب مذکور کی جستجو کی گئی مگر کوشش کے باوجود دستیاب نہ ہو سکی، بظاہر یہ روایت وہی ہے جس کے بارے میں حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اوپر یوں تحریر کیا جا چکا ہے:

"یہ موقوف ہے، ضعیف ہے، اس سلسلہ میں کسی اور روایت میں اس جتنی صلاحیت بھی نہیں۔"

اگر کوئی دوسری سند فرض کر لی جائے تو بھی اس میں شہر بن حوشب تو ہے ہی جو ضعیف ہے۔ اس کے بارہ میں ضعیف کے علاوہ منکر، ساقط، لایحتج بحدیثہ ولایتدین بہ جیسے الفاظ بھی کہے گئے ہیں (تہذیب التہذیب ص ۳۷۲ ج ۴)

علاوہ ازیں یہ روایت وجوہ ذیل کی بنا پر بھی قابلِ قبول نہیں:

① مندرجہ بالا احادیث مرفوعہ و آثار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خلاف ہے۔

② معلول ہے، اس لئے کہ اس میں اس دن کو مبدأ وحی بتایا گیا ہے جو بالاتفاق غلط ہے۔

③ عوام اس روزہ کی فضیلت معراج کی وجہ سے سمجھتے ہیں حالانکہ اس کا شبِ معراج ہونا مختلف فیہ ہے، اقوال مختلفہ میں سے کسی کے لئے کوئی وجہ ترجیح نہیں۔ اس کی تفصیل رسالہ "تحقیق شبِ معراج" میں ہے۔

④ مذہب شیعہ میں ابتداء وحی اور معراج کی تاریخ ۲۷ رجب ہے جیسا کہ ان کی کتاب "تحفۃ العوام" میں تحریر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ یہ روایت کسی شیعہ نے وضع کی ہے۔

حاصل یہ کہ اس دن کا روزہ بدعت اور ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۱ ذی قعدہ ۱۴۰۹ھ

مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ (متفق علیہ)

"جو ہمارے اس دین میں کوئی نئی بدعت نکالیگا جو اسمیں نہیں وہ مردود ہے"

تحقیق شب معراج

شب معراج کو یقینی طور پر ۲۷ رجب قرار دینا جہالت ہے

اس رات میں عبادت کو زیادہ ثواب سمجھنا بدعت ہے

۲۷ رجب کو

عبادت کی رات سمجھنا جہالت و بدعات کا مجموعہ ہے

بدعت کیا ہے؟

بدعت! اللہ تعالیٰ کی حکومت کے مقابلہ میں اپنی متوازی حکومت قائم کرنا ہے۔

بدعت! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے اپنے علم کو زیادہ قرار دینا ہے۔

بدعت! حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر دین سے بے اعتنائی اور فکر آخرت سے غفلت کا الزام ہے۔

سوال : شب معراج ۲۷ رجب میں عبادت کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ مفصل تحریر فرماکر ممنون فرمائیں، بیّنوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصّواب

شب معراج کے بارے میں چند غلط نظریات بہت عام ہو چکے ہیں جنکی تفصیل درج ذیل ہے :

① ۲۷ رجب کو یقینی طور پر شب معراج قرار دینا۔
② شب معراج کو عبادت کی رات سمجھنا۔
③ عبادت کے لئے مخصوص اقسام کی تعیین۔

نظریۂ اولیٰ کی تردید :

۲۷ رجب کو یقینی طور پر شب معراج قرار دینا سراسر غلط ہے، اسمیں کئی اقسام کے بہت اختلافات ہیں، صرف تاریخ ہی میں نہیں بلکہ مبدأ میں، سال میں، مہینے میں، تاریخ میں، دن میں، ہر ایک میں کئی کئی اقوال ہیں۔

مبدأ :

اس میں پانچ اقوال ہیں :

① بیتہ صلی اللہ علیہ وسلم
② بیت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا
③ حطیم
④ قریب حجر اسود
⑤ بین المقام وزمزم

سال اور اس کے اجزاء :

اس میں تقریباً چھتیس اقوال ہیں :

① قبل البعثۃ ② بعد البعثۃ ایک سال چھ ماہ = رمضان
③ ۵ سنہ نبوی ④ بعد البعثۃ پانچ سال = ربیع الاول
⑤ ۶ سنہ نبوی ⑥ بعد البعثۃ دس سال = ربیع الاول
⑦ بعد البعثۃ دس سال تین ماہ = جمادی الآخرۃ ⑧ ۱۳ سنہ نبوی
⑨ قبل الہجرۃ چھ ماہ = رمضان
⑩ قبل الہجرۃ آٹھ ماہ = رجب
⑪ قبل الہجرۃ ایک سال = ربیع الاول
⑫ قبل الہجرۃ ایک سال دو ماہ = محرم
⑬ قبل الہجرۃ ایک سال تین ماہ = ذی الحجہ
⑭ قبل الہجرۃ ایک سال چار ماہ = ذی قعدہ
⑮ قبل الہجرۃ ایک سال پانچ ماہ = شوال
⑯ قبل الہجرۃ ایک سال چھ ماہ = رمضان
⑰ قبل الہجرۃ تین سال = ربیع الاول
⑱ قبل الہجرۃ پانچ سال = ربیع الاول

بعثت میں دو قول ہیں، ربیع الاول اور رمضان، ہجرت میں بھی دو قول ہیں، بعثت سے دس سال بعد اور تیرہ سال بعد۔ اس طرح عدد مذکور تقریباً دوگنا ہو جائے گا، نمبر ۶ میں نمبر ۷ اور نمبر ۸ میں نمبر ۱۲ تا نمبر ۱۶ داخل ہیں، معہٰذا انہیں مستقل اسی بنار پر شمار کیا ہے۔

ماہ :

اس میں آٹھ اقوال ہیں :

محرم، ربیع الاول، ربیع الآخر، رجب، رمضان، شوال، ذی قعدہ، ذی الحجہ۔

ان میں سے بعض مہینوں کے اقوال کی کتب سیرت میں تصریح ہے اور بعض سالوں کی مذکورہ فہرست سے التزاماً ثابت ہوتے ہیں۔

تاریخ :

اس میں نو سے زیادہ اقوال ہیں :

۱۲ ربیع الاول ، ۱۷ ربیع الاول ، ۲۷ ربیع الاول ، ۱۷ ربیع الآخر ، ۲۷ ربیع الآخر ، ۲۷ رجب ، ۱۷ رمضان ، ۲۷ رمضان ، ۲۷ شوال ۔

یہ نو اقوال پانچ مہینوں کی تواریخ میں ہیں ، بقیہ تین ماہ محرم ، ذی قعدہ ، ذی الحجہ کی تواریخ منقول نہیں ، اس طرح تواریخ میں مجموعہ اقوال نو سے زیادہ ہوجاتے ہیں ۔

دن :

اس میں تین اقوال ہیں : جمعہ ، ہفتہ ، پیر ۔

ان اقوال کثیرہ میں سے کسی کے لئے کوئی وجہ ترجیح نہیں ۔

۲۷ رجب سے متعلق حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

وقد اختار الحافظ عبد الغنی بن سرور المقدسی فی سیرتہ ان الاسراء کان لیلۃ السابع والعشرین من رجب وقد اورد حدیثا لا یصح سندہ ذکرناہ فی فضائل شہر رجب (بدایۃ ص ۱۰۹ ج ۳)

غرضیکہ کوئی قول بھی کسی دلیل پر مبنی نہیں ، سب محض خیالات ہی خیالات ہیں ۔ چونکہ اس رات یا دن سے متعلق کوئی حکم شرعی اور کسی قسم کی کوئی عبادت نہیں ، اسلئے نہ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے از خود اسکی طرف کوئی اشارہ فرمایا اور نہ ہی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کسی نے دریافت کرنے کی ضرورت سمجھی ، اسکی تعیین کو لغو قرار دیکر اس سے مکمل طور پر سکوت اختیار کیا گیا ، بلکہ موجب فساد عقیدہ و بدعات ہونیکی وجہ سے اسکی طرف توجہ اور اسکی تحقیق کو گویا ناجائز قرار دیا گیا ۔

اگر حفاظت دین کی یہ مصلحت پیش نظر نہ ہوتی تو کم از کم تجسس حالات حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو حقوق و مقتضیات محبت ہی میں شمار کرکے اس کے بارے میں کسی صحابی نے سوال کر لیا ہوتا ۔

اس بحث کے آخر میں ابو امامۃ بن النقاش ، علامہ قسطلانی اور علامہ زرقانی رحمہم اللہ تعالیٰ کا فیصلہ بھی پڑھ لیجئے ، مواہب لدنیہ مع شرح زرقانی میں تحریر ہے :

(واما لیلۃ الاسراء فلم یات فی ارجحیۃ العمل فیہا حدیث صحیح) ای ولا حسن ، اذ المراد بہ ما یشمل الحسن بدلیل قولہ (ولا ضعیف ولذلک لم یعینہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاصحابہ ولا عینہا احد من الصحابۃ باسناد صحیح ولا صح الی الآن ولا یصح

(الی ان تقوم الساعۃ فیھا شیء) لانہ اذا لم یصح من اول الزمان لزم ان لا یصح فی بقیتہ لعدم امکان تجدد واحد عادۃ یطلع علی ذلک بعد الزمن الطویل وھذا لا یشکل علیہ ما قیل انہ کان لیلۃ سبع عشرۃ او سبع وعشرین خلت من شھر ربیع الاول او سبع وعشرین من رمضان او من ربیع الآخر او من رجب واختیر وعلیہ العمل لان ابن النقاش لم ینف الخلاف فیھا من اصلہ وانما نفی تعیین لیلۃ بخصوصھا للاسراء وانھا اصح (ومن قال فیھا شیئا فانما قال من کیسہ) ای من عند نفسہ دون استناد لنص یعتمد علیہ (لمرجح ظھر لہ استانس بہ) لما جزم بہ (ولھذا) ای عدم اتیان شیء فیھا (تصادمت الاقوال فیھا وتباینت ولم یثبت الامر فیھا علی شیء ولو تعلق بھا نفع للامۃ ولو ذرۃ) ای شیئا قلیلا جدا لبینہ لھم نبیھم صلی اللہ علیہ وسلم) لانہ حریص علی نفعھم (انتھی) کلام ابی امامۃ (زرقانی علی المواھب ص ۳۵۶ ج ۶)

کتنے وثوق واعتماد کے ساتھ پوری دنیا کو تحدی اور چیلنج کر رہے ہیں کہ اس بارے میں تا قیامت کوئی ضعیف سے ضعیف روایت بھی پیش نہیں کر سکتا۔

۲۷ رجب کی شہرت شیعیت کا اثر ہے، مذہب شیعہ میں ابتداء وحی واسراء کی تاریخ ۲۷ رجب ہے۔ جیسا کہ ان کی مشہور کتاب "تحفۃ العوام" میں تحریر ہے۔

شیعہ قوم نے تلبیس اور عیاری ومکاری میں خصوصی مہارت کے ساتھ اپنے بہت سے عقائد ونظریات مسلمانوں کے دل ودماغ میں انتہائی چابکدستی سے اس طرح اُتار دیئے ہیں کہ کسی کو اسکا احساس تک نہیں ہوتا، انکی فریب کاریوں کی فہرست بہت طویل ہے جن میں سے بعض کا بیان میرے رسالہ "منکرات محرم" میں ہے۔

نظریۂ ثانیہ کی تردید:

عبادت کے لئے اس رات کی تخصیص کا کوئی ثبوت نہیں، لہٰذا اس کو خاص طور پر عبادت کی رات سمجھنا بدعت ہے۔

اگر دوسری مبارک راتوں کی طرح اس رات میں بھی عبادت کی کوئی فضیلت ہوتی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے بیان فرماتے اور اُمت کو اسکی ترغیب دیتے۔

اوپر مواہب لدنیہ اور شرح زرقانی سے ابو امامۃ بن النقاش، علامہ قسطلانی اور

علامہ زرقانی رحمہم اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اور چیلنج نقل کیا جا چکا ہے کہ رہتی دنیا تک ایسی کوئی ضعیف سے ضعیف روایت بھی نہیں مل سکتی۔

وقال العلامۃ الآلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ بعد نقل الاقوال المختلفۃ والآراء المضطربۃ فی تعیین لیلۃ الاسراء وھی علی ما نقل السفیری عن الجمھور افضل اللیالی حتیٰ لیلۃ القدر (الی قولہ) لعدم لم یشرع التعبد فیھا والتعبد فی لیلۃ القدر مشروع الی یوم القیامۃ (روح المعانی ص ۷ ج ۱۵)

قال الامام الغزالی رحمہ اللہ تعالیٰ ولیلۃ سبع وعشرین منہ وھی لیلۃ المعراج وفیھا صلوٰۃ مأثورۃ فقد قال صلی اللہ علیہ وسلم للعامل فی ھذہ اللیلۃ حسنات مائۃ سنۃ فمن صلی فی ھذہ اللیلۃ اثنتی عشرۃ رکعۃ یقرأ فی کل رکعۃ فاتحۃ الکتاب وسورۃ من القرآن ویتشھد فی کل رکعتین ویسلم فی آخرھن ثم یقول سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر مائۃ مرۃ ثم یستغفر اللہ مائۃ مرۃ ویصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مائۃ مرۃ ویدعو لنفسہ بما شاء من امر دنیاہ وآخرتہ ویصبح صائما فان اللہ یستجیب دعائہ کلہ الا ان یدعو فی معصیۃ۔

قال العلامۃ العراقی رحمہ اللہ تعالیٰ "حدیث الصلوٰۃ المأثورۃ فی لیلۃ السابع والعشرین من رجب" ذکرہ ابو موسی المدینی فی کتاب "فضائل اللیالی والایام" ان ابا محمد الجباری رواہ من طریق الحاکم ابی عبد اللہ من روایۃ محمد بن الفضل عن ابان عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً، ومحمد ابن الفضل وابان ضعیفان جدا والحدیث منکر (احیاء العلوم ص ۳۶۱ ج ۱)

نظریۂ ثالثہ کی تردید:

جب یہ ثابت ہوگیا کہ شب معراج میں کوئی عبادت مشروع نہیں اور اسکو عبادت کی رات سمجھنا بدعت ہے تو اس میں عبادت کا کوئی خاص طریقہ متعین کرنا اور اسے مسنون سمجھنا بالطریق اولیٰ بدعت شنیعہ اور بہت سخت گناہ ہے،

ایک نہایت اہم سوال
اور بہت زبردست اشکال

○۔ شبِ معراج کی تعیین میں تقریباً چھتیس اقوال ہیں۔
○۔ اسقدر اہم اور ایسی مبارک رات کے بارے میں اتنا شدید اختلاف کیوں؟
○۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مبارک رات کی تفاصیل تو بیان فرمائیں مگر اس کی تعیین سے مکمل سکوت کیوں اختیار فرمایا؟
○۔ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس شب کو تلاش کرنے کی کوئی کوشش کیوں نہیں فرمائی؟ اسقدر بے اعتنائی کہ کسی ایک صحابی نے بھی اس بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں پوچھا۔
○۔ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شدت محبت کی وجہ سے آپ کے وہ حالات بلکہ خد و خال تک بھی بہت غور سے دیکھتے تھے جن سے کوئی حکم شرع متعلق نہیں، غلبۂ شوق سے ایک دوسرے سے پوچھتے، بتاتے اور باہم مذاکرہ کرکے لطف اندوز ہوتے، اس عشق و محبت کے باوجود انھوں نے شبِ معراج سے اسقدر بے اعتنائی کیوں برتی؟

جواب: اس کا جواب پوری دنیا سوچنے بیٹھے اور قیامت تک سوچتی رہے تو بھی اسکے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات میں نہ تو کسی خاص عبادت کا حکم فرمایا ہے اور نہ ہی اسمیں عام عبادات کی کوئی فضیلت اور دوسری راتوں کی بنسبت اجر و ثواب میں کوئی زیادتی بیان فرمائی ہے، اسلئے حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسکی تعیین کی طرف توجہ کو بے سود اور لغو و عبث قرار دیا۔
اس جواب کے بعد بھی یہ اشکال بدستور باقی ہے کہ اگرچہ اس سے کوئی حکم شرع وابستہ نہیں تاہم بمقتضائے محبت ہی اس طرف توجہ کی جاتی، جب حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کے خد وخال اور نقش ونگار کو بھی محض بمقتضائے محبت ضبط کرنے کا اہتمام کیا گیا تو آخر اس شب سے اسقدر بے اعتنائی کی کیا وجہ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس شب میں خرافات وبدعات کی بھرمار کا شدید خطرہ تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سدِ باب کی غرض سے اس کو مبہم رکھنا ہی ضروری سمجھا۔

دین اسلام کی اور بالخصوص اس مبارک رات کی خرافات وبدعات سے حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمودہ اور حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قلوب میں القاء کردہ اس تدبیر کو بعد کے "عاشقانِ رسول" نے قبول کرنے سے صاف انکار کردیا، صراطِ مستقیم سے کھلا انحراف کرکے ۲۷ رجب کی تعیین بھی خود ہی گھر بیٹھے کرلی پھر اسکو عبادت کی رات قرار دینے اور اس میں طرح طرح کی عبادات خود ایجاد کرنے کی بدعات بھی۔ واللہ ھو العاصم من الحوادث فی الدین۔

۸ر شعبان ۱۴۱۰ ہجری
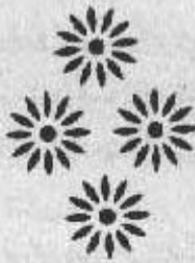
اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ

عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۝

"آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام

تمام کر دیا اور دین اسلام کو تمہارے لئے پسند کر لیا" ——————

مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ (متفق علیہ)

"جو ہمارے اس دین میں کوئی نئی بدعت نکالیگا جو اس میں نہیں وہ مردود ہے"

كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَّكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ۔ (احمد، نسائی)

"ہر بدعت گمراہی ہے، اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے"

رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا

وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا (بخاری)

"ہم اللہ کو رب مان کر اور اسلام کو دین مان کر اور حضرت محمد صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کو نبی مان کر راضی ہیں" ——————

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا

ولیکن میفزای بر مصطفیٰ ﷺ

"زہد و تقوی اور صدق و صفا میں خوب کوشش کر لیکن حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر زیادتی ہرگز نہ کر" ——————

نصف شعبان کے فضائل واحکام میں معتدل کلام

دنیا و آخرت میں راحت و سکون کا نسخہ

قرآن و حدیث اور عقل سلیم کا فیصلہ ہے کہ دنیا و آخرت کی ہر مصیبت و پریشانی سے حفاظت اور راحت و سکون کا واحد ذریعہ صرف یہ ہے :

"اللہ تعالیٰ کی سب نافرمانیوں سے توبہ کر کے پوری زندگی اسلام کے مطابق بنائی جائے"

جن روایات میں اوقاتِ مبارکہ میں عبادت یا بعض خاص اوراد پر مصائبِ دنیویہ و اخرویہ سے نجات کی بشارات ہیں ان کا مطلب یہ ہے :

(۱) اس نیت سے نفل نماز یا اوراد پڑھے کہ ان کی برکت سے سب گناہ چھوڑنے اور پوری زندگی شریعت کے مطابق بنانے کی ہمت پیدا ہو جائے۔

(۲) ہر قسم کے گناہوں سے خوب ندامت سے استغفار کرے۔

(۳) مکمل دیندار بننے کے لئے پوری کوشش بھی کرتا رہے۔

(۴) دعا کا بھی دائمی معمول بنائے۔

ان شرائط کے ساتھ نفل نماز یا اوراد پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے گناہوں کا چھوڑنا اور پوری زندگی شریعت کے مطابق بنانا آسان ہو جائے گا تو ہر مصیبت سے نجات ملے گی۔

گناہوں سے بچنے بچانے کی فکر اور کوشش کے بغیر محض اوراد و وظائف سے سکون مل جانے کا خیال بالکل غلط اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح فیصلوں کے خلاف ہے۔

سوال: شیخ عبدالعزیز بن باز کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں لکھا ہے کہ پندرہویں شعبان کی کوئی فضیلت کسی حدیث سے ثابت نہیں، اہلِ شام کی مخترعہ بدعت ہے، جبکہ یہاں کے علماء اسکے فضائل میں کئی احادیث بیان کرتے ہیں، اس کی حقیقت تحریر فرمائیں، بیّنوا توجروا

الجواب باسم ملهم الصواب

میں نے ۱۳ محرم ۱۴۱۲ھ میں اس کا مفصّل جواب بنام "عظمت شعبان" لکھا تھا جو میرے رسالہ "سات مسائل" میں شائع ہوا تو اس کے بعض مباحث پر بعض علماء نے اشکال ظاہر کیا، اس لئے اس پر نظرِ ثانی کی گئی جس کا حاصل یہ ہے:

① اس رات کا نام "شبِ برارت" کسی روایت سے ثابت نہیں۔

② اس میں نزولِ قرآن اور تقدیر کے فیصلے ہونے کے خیالات نصِّ قرآن کے خلاف ہیں اس بارے میں کوئی روایت بھی ایسی قوی نہیں کہ اس کا قرآن سے تعارض رفع کرنے کے لئے مختلف بے بنیاد تأویلات بعیدہ تلاش کرنے پر محنت کی جائے (تفسیر ابن کثیر ص ۱۳۷ ج ۴)

③ اس میں اموات کو ایصالِ ثواب کی رسم بدعت ہے، بہشتی زیور اور اصلاح الرسوم میں اس کی سنیت تحریر ہے مگر حضرت حکیم الامۃ قدس سرہٗ نے امداد الفتاویٰ میں اس سے رجوع کا اعلان فرمایا ہے، حضرت حکیم الامۃ قدس سرہٗ کی تحریر آگے آرہی ہے۔

④ قبرستان جاکر اموات کے لئے دعاءِ مغفرت میں اختلاف ہے جسکی تفصیل امداد الفتاویٰ میں ہے، شیوعِ بدعات و منکرات اور غلبۂ فساد کے اس دَور میں بالاتفاق ممنوع ہے۔

طویل بحث کے بعد اکابر علماء دیوبند رحمہم اللہ کے آخری فیصلہ کی تحریر آگے آرہی ہے۔

⑤ اس دن کا روزہ کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں، فقہ کی کسی کتاب میں بھی اس کا

کوئی ذکر نہیں، اس لئے اس کو سنت یا مستحب سمجھنا جائز نہیں،

⑥ اس رات کی فضیلت میں اختلاف ہے، ایک جماعت کسی بھی قسم کی فضیلت کی منکر ہے جس کی تفصیل کتب ذیل میں ہے:

① احکام القرآن لابن العربی ص ۱۶۷۸ ج ۴

② الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ص ۱۲۷ ج ۱۶

③ لطائف المعارف لابن رجب ص ۱۴۴

④ الحوادث والبدع للطرطوشی ص ۱۳۰

⑤ تذکرۃ الموضوعات للفتنی ص ۴۵ ⑥ اقتضاء الصراط المستقیم لابن تیمیہ ص ۳۰۲

ان کتب کی عبارات آگے آرہی ہیں۔

جمہور انفراداً عبادت مطلقہ کی فضیلت کے قائل ہیں۔

اس پر پوری امت کا اجماع ہے کہ اس رات میں کسی قسم کی عبادت کی تعیین، اس میں مختلف اقسام کی تقییدات واجتماعات وغیرہ سب خرافات وبدعات ہیں، اس بارے میں جتنی بھی روایات ہیں سب موضوعہ ہیں۔

⑦ بحث رواۃ بعض علماء کی تحریرات سے اعتماداً نقل کی گئی تھی، ان علماء پر اعتماد کے علاوہ حوالجات کے مراجعہ سے تصدیق بھی کرلی، مزید تفتیش وتنقیر کی ضرورت نہ سمجھی، بعد میں معلوم ہوا کہ یہ بحث نامکمل ہے، اس پر اعتماد نہ کیا جائے، بعض دوسری کتابوں میں بعض رواۃ کی تعدیل بھی منقول ہے جس کے مقابلہ میں روایات جرح مجروح ہیں۔

مذکورہ بالا نمبروں کی بالترتیب تفصیل:

② قال الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ:

ومن قال انہا لیلۃ النصف من شعبان کما روی عن عکرمۃ فقد ابعد النجعۃ فان نص القرآن انہا فی رمضان والحدیث الذی رواہ عبد اللہ بن صالح عن اللیث عن عقیل عن الزہری اخبرنی عثمان بن محمد بن المغیرۃ بن الاخنس قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال تقطع الآجال من شعبان الی شعبان حتی ان الرجل لینکح و یولد لہ وقد اخرج اسمہ فی الموتی فہو حدیث مرسل ومثلہ لایعارض بہ النصوص (تفسیر ابن کثیر ص ۱۳۷ ج ۴)

"اور جس نے کہا کہ یہ نصف شعبان کی رات ہے جیسا کہ عکرمہ سے روایت کی جاتی ہے اس نے یقیناً بالکل بے محل بات کہی ہے، اس لئے کہ بلاشبہ نص قرآن ہے کہ یہ شب یقیناً رمضان میں ہے اور وہ حدیث جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

"ایک شعبان سے دوسرے شعبان تک کے فیصلے ہوتے ہیں، حتیٰ کہ ایک شخص نکاح کرتا ہے اور اس کے ہاں بچہ بھی پیدا ہو جاتا ہے حالانکہ اسکا نام اموات میں لکھا ہوتا ہے"

یہ حدیث مرسل ہے، اس قسم کی روایات سے نصوص قرآن کا تعارض نہیں کیا جاسکتا۔"

فیصلہ اکابر علماء دیوبند

الفاظ حدیث اور تحقیق شراح سے اس قدر ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس رات میں بقیع تشریف لیجانا اور دعاء فرمانا بعض خصوصیات کی وجہ سے تھا جن میں سے اموات مسلمین کو بھی عموم رحمت و دعائے مغفرت میں شامل فرمانا تھا، اور اگرچہ یہ خروج اور دعاء عادت مستمرہ ہو تب بھی اس خاص رات کا خروج اور دعاء دلیل استحباب دعاء للاموات فی لیلۃ البراءۃ ہے، کیونکہ جیسا اس شب میں نزول رحمت خصوصیت کے ساتھ ہے جیسا کہ وارد ہوا:

ینزل فیہا لغروب الشمس، الحدیث

اسی طرح آپ کا خروج بھی دیگر لیالی کے خروج سے ممتاز و خاص تھا، بہر حال اس قدر حدیث سے ضرور ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بقیع میں تشریف لیجانے اور دعاء میں مشغول ہونے کی یہ وجہ فرمائی:

ان اللہ تعالیٰ ینزل لیلۃ النصف من شعبان، الحدیث.

پس اس رات میں خروج الی المقابر و دعاء للاموات بھی حدیث کا مدلول ہوا، لیکن یہ ضرور ہے کہ اس کا التزام اور اس پر اصرار ٹھیک نہیں، اور جو خرابیاں اس پر متفرع ہیں

وہ ظاہر ہیں، پس ان عوارض کی وجہ سے منع کرنا ہی احوط ہے۔

(۲) صدقہ و خیرات کے لئے یہ رات چونکہ ایک وقت متبرک و مقبول ہے، اس لئے کچھ مضایقہ اس میں نہ تھا، مگر عوام کے زعم تعیین و تخصیص کی وجہ سے اس خصوصیت کو اٹھایا جاوے گا۔

حاصل یہ ہے کہ حکم صدقہ و خیرات کا مطلقاً ہے، جمیع اوقات اس کے محل ہیں خصوصاً اوقات و ازمنۂ متبرکۂ مقبولہ میں زیادہ تر امید قبولیت ہے، لیکن دوسرے وجوہ سے اس خصوصیت کو منع کیا جاوے گا، دعاء اموات جو اس رات میں ثابت ہے اس پر قیاس کرکے خصوصیت صدقہ و خیرات ثابت کرنا ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اس حدیث کی شرح میں ارقام فرمایا ہے اس کا نقل کردینا مناسب ہے:

(فقال ان اللہ تعالیٰ ینزل) ای من الصفات الجلالیۃ الی النعوت الجمالیۃ زیادۃ ظہور فی ھذہ التجلی اذ قد ورد فی الحدیث سبقت رحمتی علی غضبی وفی روایۃ غلبت (لیلۃ النصف من شعبان) وھی لیلۃ البراءۃ ولعل وجہ تخصیصھا لانھا لیلۃ مبارکۃ فیھا یفرق کل امر حکیم ویدبر کل خطب عظیم مما یقع فی السنۃ کلھا من الاحیاء والاماتۃ وغیرھما حتی یکتب الحجاج وغیرھم (الی السماء الدنیا) ای قاصدا الی السماء القریبۃ من اھل الدنیا المتلوثین بالمعصیۃ المحتاجین الی انزال الرحمۃ علیھم واذیال المغفرۃ وظاھر الحدیث ان ھذا النزول المکنی بہ عن التجلی الاعظم ونزول الرحمۃ الکبری والمغفرۃ للعالمین لاسیما اھل البقیع یعم ھذہ اللیلۃ فتمتاز بذلک علی سائر اللیالی اذ النزول الوارد فیھا خاص بثلث اللیل (فیغفر لاکثر من عدد شعر غنم کلب) ای قبیلۃ بنی کلب وخصھم لانھم اکثر غنما من سائر العرب، نقل الابھری عن الازھار ان المراد بغفران اکثر عدد الذنوب المغفورۃ لاعدد اصحابھا وھکذا رواہ البیھقی، اما الحدیث الآتی فیغفر لجمیع خلقہ فالمراد اصحابھا، والحاصل ان ھذا الوقت زمان التجلیات الرحمانیۃ والتنزلات الصمدانیۃ والتقربات السبحانیۃ الشاملۃ للعام والخاص وان کان الحظ الاوفی لارباب الاختصاص فالمناسب الاستیقاظ من نوم الغفلۃ والتعرض

لنفحات الرحمة وانا رئيس المستغفرين وانيس المسترحمين وشفيع المذنبين بل ورحمة للعالمين خصوصًا اموات المسلمين من الانصار والمهاجرين فلا يليق لي الا ان اكون ممتثلا بين يدي ربي ادعو بالمغفرة لامتي واطلب زيادة الرحمة لذاتي فانه ليس لاحد ان يستغني عن نعمته او يستنكف عن عبادته والتعرض لخزائن رحمته وقد اراد الله لك الخير بالقيام وترك المنام ومتابعة سيد الانام وحصول المغفرة ببركته عليه الصلوٰة والسلام انتهى (مرقاة شرح مشكوٰة) فقط۔

کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ

۱۴ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ

احقر اشرف علی عرض رسا ہے کہ اسکے ساتھ ایک پرچہ بھی تھا اس میں لکھا تھا:

"بندہ نے جو کچھ اسکے متعلق لکھا ہے بڑے مولانا یعنی حضرت مولانا محمود حسن صاحب کو سنا لیا ہے"

اور خلاصہ اس فیصلہ دیوبند کا یہ ہے:

"احقر کے دعوے کے دو جزو تھے۔

ایک یہ کہ حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دال ہے صحیح وجوہ تخصیص لیلۃ البراءۃ بالدعاء للاموات پر۔

دوسرا یہ کہ اس دعاء پر دوسرے طرق ایصال ثواب کو قیاس کیا جاسکتا ہے، اس فیصلہ میں جزو اول کو ثابت رکھا ہے مگر عوارض کے سبب خروج الی المقابر کے منع کو احوط کہا ہے۔

اور بعض علماء متاخرین کی تصریح بھی اس کی مؤید ہے، جیسا کہ دیوبند کے ایک کارڈ مرقومہ ۱۳ رمضان المبارک میں حضرت مجیب ممدوح نے یہ عبارت لکھی ہے:

"یہ خیال رہا کہ فقہاء نے بھی لیلۃ البراءۃ میں کہیں زیارت قبور کا استحباب لکھا ہے یا نہیں؟ تلاش کرنے کی فرصت نہ ہوئی اور جو کہیں دیکھا گیا تصریح نہ ملی، البتہ مولانا عبد الحلیم لکھنوی نے رسالہ نور الایمان میں ایک غیر معروف کتاب "غرائب" کے حوالہ سے اس شب میں استحباب زیارت قبور نقل فرمایا ہے اور اسی حدیث سے استدلال کیا ہے"

تحقیق شب براءت ——————— ۴

اور دوسرے جزو کی نفی کی ہے، پس میں اپنے دعوے کے جزو ثانی سے رجوع کرتا ہوں اور جزو اول کے ثبوت کے بعد بھی خروج الی المقبرہ کے منع کو احوط سمجھتا ہوں اور حضرات علماء کے لئے دعاء کرتا ہوں جنھوں نے میری رہبری فرمائی۔

ناظرین "اصلاح الرسوم" بالخصوص اس پر مطلع ہو جاویں، اور اگر "اصلاح الرسوم" کہیں طبع کی جاوے اس پر میرا یہ رجوع بطور حاشیہ کے لکھدیا جاوے، فقط

سنہ ۱۳۳۳ھ

(امداد الفتاوی ص ۲۶ ج ۴)

(۶) (۱) قال الامام ابن العربی رحمہ اللہ تعالیٰ :

وجمہور العلماء علی انہا لیلۃ القدر، ومنہم من قال: انہا لیلۃ النصف من شعبان وھو باطل لان اللہ تعالیٰ قال فی کتابہ الصادق القاطع: "شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن" فنص علی ان میقات نزولہ رمضان ثم عبر عن زمانیۃ اللیل ھھنا بقولہ "فی لیلۃ مبارکۃ" فمن زعم انہ فی غیرہ فقد اعظم الفریۃ علی اللہ، ولیس فی لیلۃ النصف من شعبان حدیث یعول علیہ لا فی فضلہا ولا فی نسخ الآجال فیہا فلا تلتفتوا الیہا (احکام القرآن ص ۱۶۷۸ ج ۴)

"جمہور علماء کا یہ فیصلہ ہے کہ یہ لیلۃ القدر ہے، اور بعض کا خیال ہے کہ نصف شعبان کی رات۔ یہ خیال بالکل باطل ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سچی اور قطعی کتاب میں فرمایا ہے:

"شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن"

سو اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمادی ہے کہ قرآن رمضان میں نازل ہوا ہے، پھر یہاں شب نزول قرآن کو "لیلۃ مبارکۃ" سے تعبیر فرمایا، سو جس نے غیر رمضان میں نزول قرآن کا خیال ظاہر کیا اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا افتراء کیا، شب نصف شعبان کے بارے میں کوئی قابل اعتماد حدیث نہیں، نہ اس کی فضیلت کے بارے میں اور نہ اس میں تقدیر کے فیصلوں کے بارے میں، اس لئے اس رات کی طرف کوئی التفات نہ کرو"

(۲) قال الامام القرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ :

قلت: وقد ذکر حدیث عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مطولا صاحب کتاب العروس، واختار

ان الليلة التى يفرق فيها كل امر حكيم ليلة النصف من شعبان، وانها تسمى ليلة البراءة، وقد ذكرنا قوله والرد عليه فى غير هذا الموضع، وان الصحيح انما هى ليلة القدر على ما بيناه، روى حماد ابن سلمة قال اخبرنا ربيعة بن كلثوم قال: سأل رجل الحسن وانا عنده فقال: يا ابا سعيد، ارأيت ليلة القدر افى كل رمضان هى؟ قال: اى والله الذى لا اله الا هو، انها فى كل رمضان، انها الليلة التى يفرق فيها كل امر حكيم، فيها يقضى الله كل خلق واجل ورزق وعمل الى مثلها، وقال ابن عباس رضى الله تعالى عنهما: يكتب من ام الكتاب فى ليلة القدر ما يكون فى السنة من موت وحياة ورزق ومطر حتى الحج، يقال يحج فلان ويحج فلان، وقال فى هذه الآية: انك لترى الرجل يمشى فى الاسواق وقد وقع اسمه فى الموتى، وهذه الابانة لاحكام السنة انما هى للملئكة الموكلين باسباب الخلق، وقد ذكرنا هذا المعنى آنفا، وقال القاضى ابوبكر بن العربى: وجمهور العلماء على انها ليلة القدر، ومنهم من قال: انها ليلة النصف من شعبان، وهو باطل لان الله تعالى قال فى كتابه الصادق القاطع: "شهر رمضان الذى انزل فيه القرآن" فنص على ان ميقات نزوله رمضان، ثم عين من زمانه الليل ههنا بقوله: "فى ليلة مباركة" فمن زعم انه فى غيره فقد اعظم الفرية على الله، وليس فى ليلة النصف من شعبان حديث يعول عليه لا فى فضلها ولا فى نسخ الآجال فيها فلا تلتفتوا اليها.
(الجامع لاحکام القرآن ص۱۲۷ ج ۱۶)

"کتاب العروس کے مصنف نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے طویل حدیث نقل کی ہے اور کہا ہے کہ آیۂ کریمہ "فیها یفرق کل امر حکیم" سے شب نصف شعبان مراد ہے: اس میں تقدیر کے فیصلے ہوتے ہیں، اور اسکا نام "لیلة البراءة" ہے ہم نے اس کے اس خیال پر دوسری جگہ رد کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ یہ لیلة القدر ہے۔ حماد بن سلمہ نے کہا کہ ہمیں ربیعہ بن کلثوم نے بتایا کہ ایک شخص نے میرے سامنے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا:
"کیا لیلة القدر ہر رمضان میں ہوتی ہے؟"

انھوں نے فرمایا :

"ہاں ! اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ! بلاشبہ وہ ہر رمضان میں ہوتی ہے۔ یہی وہ رات ہے جس کے بارے میں قرآن کریم میں فیھا یفرق کل امر حکیم وارد ہے ، اسی میں تقدیر کے فیصلے ہوتے ہیں ، اللہ تعالیٰ اسی رات میں پیدائش ، موت ، رزق اور کام وغیرہ ہر چیز کا فیصلہ فرماتے ہیں "

(۱۰) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں :

"لیلۃ القدر میں لوح محفوظ سے سال بھر میں جو کچھ ہونے والا ہے لکھا جاتا ہے ، موت ، حیات ، رزق ، بارش حتیٰ کہ یہ بھی کہ فلاں فلاں شخص حج کرے گا ، تو کسی کو بازاروں میں چلتے پھرتے دیکھتا ہے حالانکہ اس کا نام اموات میں لکھا جا چکا ہے ، اور یہ سال بھر کے احکام کا اظہار ان ملائکہ کے لئے ہوتا ہے جن کے سپرد اسباب خلق ہیں "

اور قاضی ابو بکر ابن العربی نے کہا ہے :

"جمہور علماء کا یہ فیصلہ ہے کہ یہ لیلۃ القدر ہے اور بعض کا خیال ہے کہ نصف شعبان کی رات ۔ یہ خیال بالکل باطل ہے ، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سچی اور قطعی کتاب میں فرمایا ہے :

"شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن "

سو اللہ تعالیٰ نے تصریح فرما دی ہے کہ قرآن رمضان میں نازل ہوا ہے ، پھر یہاں شب نزول قرآن کو "لیلۃ مبارکۃ" سے تعبیر فرمایا ، سو جس نے غیر رمضان میں نزول قرآن کا خیال ظاہر کیا اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا افترا کیا ، شب نصف شعبان کے بارے میں کوئی قابل اعتماد حدیث نہیں ، نہ اس کی فضیلت کے بارے میں اور نہ اس میں تقدیر کے فیصلوں کے بارے میں ، اس لئے اس رات کی طرف کوئی التفات نہ کرو "

(۳) قال الحافظ ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ :

ولیلۃ النصف من شعبان کان التابعون من اھل الشام کخالد بن معدان و مکحول ولقمان بن عامر وغیرھم یعظمونھا ویجتھدون فیھا فی العبادۃ و

عنهم اخذ الناس فضلها و تعظيمها وقد قيل انه بلغهم فى ذلك آثار اسرائيلية فلما اشتهر ذلك عنهم فى البلدان اختلف الناس فى ذلك فمنهم من قبله منهم ووافقهم على تعظيمها منهم طائفة من عباد اهل البصرة وغيرهم وانكر ذلك اكثر علماء الحجاز منهم عطاء و ابن ابى مليكة ونقله عبد الرحمٰن بن زيد بن اسلم عن فقهاء اهل المدينة وهو قول اصحاب مالك وغيرهم وقالوا ذلك كله بدعة واختلف علماء اهل الشام فى صفة احيائها على قولين احدهما انه يستحب احياؤها جماعة فى المساجد كان خالد بن معدان ولقمان بن عامر وغيرهما يلبسون فيها احسن ثيابهم ويتبخرون ويكتحلون ويقومون فى المسجد ليلتهم تلك ووافقهم اسحٰق بن راهويه على ذلك وقال فى قيامها فى المساجد جماعة ليس ذلك ببدعة، نقله عنه حرب الكرمانى فى مسائله، والثانى انه يكره الاجتماع فيها فى المساجد للصلوٰة والقصص والدعاء ولا يكره ان يصلى الرجل فيها لخاصة نفسه وهذا قول الاوزاعى امام اهل الشام وفقيههم وعالمهم وهذا هو الاقرب ان شاء الله تعالى وقد روى عن عمر بن عبد العزيز رحمه الله تعالى انه كتب الى عامله الى البصرة عليك باربع ليال من السنة فان الله يفرغ فيهن الرحمة افرغا اول ليلة من رجب وليلة النصف من شعبان وليلة الفطر وليلة الاضحىٰ وفى صحته عنه نظر وقال الشافعى رضى الله تعالى عنه بلغنا ان الدعاء يستجاب فى خمس ليال ليلة الجمعة والعيدين واول رجب ونصف شعبان قال واستحب كل ما حكيت فى هذه الليالى ولا يعرف للامام احمد رحمه الله تعالى كلام فى ليلة نصف شعبان ويتخرج فى استحباب قيامها عنه روايتان من الروايتين عنه فى قيام ليلتى العيدين فانه فى رواية لم يستحب قيامها جماعة لانه لم ينقل عن النبى صلى الله عليه وسلم واصحابه واستحبها فى رواية لفعل عبد الرحمٰن ابن يزيد بن الاسود لذلك وهو من التابعين فكذلك قيام ليلة النصف لم يثبت فيها شيء عن النبى صلى الله عليه وسلم ولا عن اصحابه وثبت فيها عن طائفة من التابعين من اعيان فقهاء اهل الشام (لطائف المعارف ص ۱۴۴)

”شام کے بعض تابعین جیسے خالد بن معدان، مکحول، لقمان بن عامر وغیرہم شب نصف شعبان کی تعظیم کرتے تھے اور اس میں زیادہ عبادت کرنے کی کوشش کرتے تھے،

انہی سے لوگوں نے اس رات کی فضیلت اور عظمت کو لے لیا، اور وثوق سے کہا گیا ہے کہ ان کو اس بارے میں اسرائیلی روایات پہنچی ہیں، جب ان کا یہ عمل مختلف شہروں میں مشہور ہوگیا تو علماء نے اس میں اختلاف کیا، بعض نے قبول کرلیا اور اس رات کی تعظیم میں ان سے موافقت کی، ان میں بصرہ کے عابدین وغیرہم کی ایک مختصر سی جماعت ہے، اور اکثر علماء حجاز نے اس سے انکار کیا، ان میں عطاء اور ابن ابی ملیکہ رحمہما اللہ تعالیٰ بھی ہیں، عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم نے فقہاء مدینہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے بھی اسی طرح نقل کیا ہے، امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے اصحاب اور دوسرے فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کا بھی یہی قول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ یہ سب بدعت ہے،

پھر اس شب میں عبادت کے بارے میں اہل شام کے دو قول ہیں:

ایک یہ کہ مساجد میں باجماعت نوافل پڑھے جائیں، خالد بن معدان اور لقمان ابن عامر وغیرہما اس رات عمدہ لباس پہنتے تھے، خوشبو لگاتے، سرمہ لگاتے اور مسجد میں باجماعت نوافل پڑھتے، اسحٰق بن راہویہ نے بھی ان کی موافقت کی ہے، فرماتے ہیں کہ مسجد میں باجماعت پڑھنا بدعت نہیں۔

دوسرا قول یہ کہ مساجد میں نماز، وعظ اور دعاء کے لئے اجتماع مکروہ ہے، انفراداً نماز پڑھنا مکروہ نہیں، یہ قول اہل شام کے امام، فقیہ، عالم، امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے، اور یہی سنت سے قریب تر ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ انہوں نے بصرہ میں اپنے عامل کی طرف لکھا:

"چار راتوں میں عبادت سنت ہے، ان راتوں کا اہتمام کرو، ان میں اللہ تعالیٰ خوب رحمت برساتے ہیں، رجب کی پہلی رات، شعبان کی پندرہویں، عید الفطر کی رات، عید الاضحیٰ کی رات۔"

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس روایت کی صحت مخدوش ہے، حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ہمیں خبر پہنچی ہے کہ پانچ راتوں میں دعاء قبول ہوتی ہے۔ جمعہ، عیدین، رجب کی پہلی اور نصف شعبان کی راتیں، ان راتوں کے بارے میں جو باتیں بھی نقل کی

گئی ہیں میں ان کو مستحب سمجھتا ہوں۔"

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے نصف شعبان کی رات کے بارے میں کوئی تصریح معروف نہیں، آپ سے عیدین کی راتوں کے بارے میں دو روایتیں ہیں:

ایک روایت میں باجماعت قیام کو پسند نہیں فرمایا اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول نہیں۔

دوسری روایت میں اس کو پسند فرمایا ہے، اس لئے کہ عبد الرحمن بن یزید بن الاسود رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کیا ہے اور آپ تابعی ہیں، اور اکابر فقہاء اہل شام میں سے تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کی ایک جماعت سے بھی ثابت ہے۔"

④ وقال الامام ابوبکر الطرطوشی رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ:

وروی ابن وضاح عن زید بن اسلم رحمہ اللہ تعالیٰ قال: ما ادرکنا احدا من مشیختنا ولا فقہائنا یلتفتون الی النصف من شعبان ولا یلتفتون الی حدیث مکحول ولا یرون لہا فضلا علی ما سواہا،

وقیل لابن ابی ملیکۃ ان زیادا النمیری یقول ان اجر لیلۃ النصف من شعبان کاجر لیلۃ القدر، فقال: لو سمعتہ وبیدی عصا لضربتہ، وکان زیاد قاصا (الحوادث والبدع ص ۱۳۰)

"زید بن اسلم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ہم نے اپنے مشایخ وفقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے کسی کو بھی ایسا نہیں پایا جو نصف شعبان یا حدیث مکحول کی طرف کوئی التفات کرتا ہو، یہ حضرات اس رات کی دوسری عام راتوں پر کوئی فضیلت نہیں سمجھتے تھے۔

ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے کہا کہ زیاد نمیری کہتا ہے:

"شب نصف شعبان کا اجر لیلۃ القدر کے برابر ہے۔"

یہ سن کر ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اگر میں اس کو یہ کہتے سنوں اور میرے ہاتھ میں لاٹھی ہو تو اس کو لاٹھی سے ماروں۔" ———— یہ زیاد قصہ خوان تھا۔"

⑤ وقال العلامۃ محمد طاہر الفتنی رحمہ اللہ تعالیٰ:

قال زید بن اسلم رحمه الله تعالیٰ: ما ادرکنا احدا من مشایخنا وفقهائنا یلتفتون الی لیلة البراءة وفضلها علی غیرها وقال ابن دحیة: احادیث صلوٰة البراءة موضوعة وواحد مقطوع ومن عمل بخبر صح انه کذب فهو من خدام الشیطان (تذکرة الموضوعات ص ۴۵)

زید بن اسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"ہم نے اپنے مشایخ وفقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے کسی کو بھی شبِ برارت کی فضیلت کی طرف التفات کرتے نہیں پایا۔"

ابن دحیہ فرماتے ہیں:

"صلوٰۃ برارت کے بارے میں جتنی بھی روایات ہیں سب موضوعہ ہیں اور ان میں سے ایک مقطوع ہے، جو شخص ایسی روایت پر عمل کرتا ہے جس کا جھوٹ ہونا ثابت ہو جائے وہ شیطان کے خادموں سے ہے۔"

⑥ آخر میں "الحاق" کے تحت ہے۔

ائمۂ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ:

اوپر نمبر ۶ کے تحت نمبر ۳ میں حافظ ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق کے مطابق شبِ نصف شعبان سے متعلق ائمۂ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال کی تفصیل یہ ہے:

حضرت امام اعظم اور آپ کے اصحاب رحمہم اللہ تعالیٰ:

ائمۂ احناف رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے کسی سے بھی نصف شعبان کے بارے میں کوئی قول منقول نہیں۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ سے بھی کوئی قول منقول نہیں۔

اصحاب مالک رحمہم اللہ تعالیٰ:

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے اصحاب رحمہم اللہ تعالیٰ اس شب کی فضیلت کا انکار کرتے ہیں۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ فرماتے ہیں:

"ہمیں خبر پہنچی ہے . . . . میں ان کو مستحب سمجھتا ہوں۔"

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پورے کلام پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا یہ خیال بعض تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے پہنچنے والی روایات پر مبنی ہے، آپ کے علم میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث یا کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی روایت نہ تھی۔ اس پر شواہد یہ ہیں :

① بلغنا "ہمیں خبر پہنچی ہے"

آپ کے علم میں کوئی حدیث ہوتی یا کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوئی قول ہوتا تو بیان فرماتے۔

② واستحب کل ما حکیت فی ھٰذہ اللیالی

"ان راتوں کے بارے میں جو باتیں بھی نقل کی گئی ہیں میں ان کو مستحب سمجھتا ہوں۔"

اس سے بھی ثابت ہوا کہ آپ کا قول استحباب صرف بعض تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے پہنچنے والی روایات پر مبنی ہے، پھر وہ روایات بھی کسی پختہ سند سے آپ تک نہیں پہنچیں، "روِیت" صیغہ تضعیف ہے، یہاں وہ بھی نہیں اس کی بجائے "حکیت" ہے جو اس سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔

اور رجب کی پہلی اور عیدین کی راتوں میں عبادت کی فضیلت کے بارے میں کوئی روایت بھی قابلِ قبول نہیں،

قال الحافظ ابن القیم رحمہ اللہ تعالیٰ :

کل حدیث فی ذکر صوم رجب وصلاۃ بعض اللیالی فیہ فھو کذب مفتری

(المنار المنیف ص ۹۶)

"ہر وہ حدیث جس میں رجب کے روزے اور اس کی کسی رات میں نماز کا ذکر ہے وہ جھوٹ اور افترا ہے۔"

علامہ شوکانی اور دوسرے ناقدین حدیث کا بھی یہی فیصلہ ہے۔

قال العلامۃ الالبانی :

(من احیا لیلۃ الفطر ولیلۃ الاضحیٰ لم یمت قلبہ یوم تموت القلوب) موضوع

(سلسلۃ الضعیفۃ والموضوعۃ ص ۱۱/۲۲)

"جس نے عیدین کی راتوں میں عبادت کی اس کا دل اس دن نہیں مریگا جس دن دل مریں گے، یہ حدیث موضوع ہے۔"

وقال ایضًا :

(من قام لیلتی العید ین محتسبا للہ لم یمت قلبہ یوم تموت القلوب) ضعیف جدًا (حوالہ بالا)

"جس نے اللہ تعالیٰ سے اجر کی نیت سے عیدین کی راتوں میں نماز پڑھی اسکا دل نہیں مریگا جس دن دل مریں گے، یہ حدیث بہت زیادہ ضعیف ہے۔"

حضرت امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ :

آپ سے کوئی روایت منقول نہیں،

یہ امام ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۷۹۵ھ کی تحقیق ہے مگر محمد بن مفلح رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۷۶۳ھ فرماتے ہیں کہ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے فضیلت کی روایت منقول ہے ونصہ:

ولیلۃ النصف لھا فضیلۃ فی المنقول عن احمد رحمہ اللہ تعالیٰ، وقد روی احمد و جماعۃ من اصحابنا وغیرھم فی فضلھا اشیاء مشھورۃ فی کتب الحدیث

(کتاب الفروع، کتاب الصیام ۳ : ۱۱۸)

یہ دونوں حضرات حنبلی ہیں اور دونوں ایک ہی زمانہ میں گزرے ہیں اور دونوں ایک ہی شہر "دمشق" کے رہنے والے ہیں، ابن مفلح مقدسی ثم دمشقی ہیں اور ابن رجب بغدادی ثم دمشقی۔ اس کے باوجود اپنے امام سے روایت کے بارے میں اختلاف ہے، رفع تعارض کی یہ صورتیں ہوسکتی ہیں :

① فی المنقول عن احمد سے روایت مذہب مراد نہیں، روایت حدیث مراد ہے کما ھو ظاھر من قولہ "کتب الحدیث" روایت حدیث روایت مذہب کو مستلزم نہیں۔

② قیام نصف شعبان کی کوئی مستقل روایت نہیں بلکہ اس کی تخریج قیام لیلتی العیدین سے کی گئی ہے، کما قال ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ۔

③ ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ زیادہ مشہور اور زیادہ مقبول ہیں، اس لئے انکی تحقیق راجح معلوم ہوتی ہے۔

ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات ابن مفلح رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات سے بتیس سال بعد ہوئی ہے، اس کے باوجود وہ روایت احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے منکر ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ قول ابن مفلح رحمہ اللہ تعالیٰ کے محمل سے بخوبی واقف ہونگے، خواہ وہ ان دو محامل میں سے

کوئی ہو جو میں نے لکھے ہیں یا کوئی اور۔

اگر امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے کوئی روایت ہو بھی تو وہ اتنی غیر معروف ہے کہ تیسری صدی کے وسط سے آٹھویں صدی کے آخر تک ساڑھے پانچ سو سال کے طویل عرصہ میں بھی مذہب حنبلی کے جلیل القدر امام ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکی۔

دوسرا اختلاف:

ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۷۹۵ھ کی تحقیق مذکور سے ثابت ہوتا ہے کہ فقہاء اہلِ مدینہ، اصحاب مالک اور اکثر علماء حجاز نفس فضیلت ہی کے منکر ہیں اور نجم غیطی فرماتے ہیں کہ یہ حضرات نفس فضیلت کے منکر نہیں صرف اجتماع واحتفال کو بدعت قرار دیتے ہیں، انفراداً استحباب کے قائل ہیں۔ کذا نقل عنہ الزبیدی رحمہ اللہ تعالیٰ المتوفی ۱۲۰۵ھ فی الاتحاف (۳: ۴۲۷)

وکذا قال الشرنبلالی رحمہ اللہ تعالیٰ المتوفی ۱۰۹۹ھ ولم یعزہ الی احد (مراقی الفلاح ص۲۱۹)

تطبیق کی کوئی صورت نظر نہیں آتی لہٰذا صورت ترجیح ہی متعین ہے، ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ مذہب کے مشہور امام ہونے کے علاوہ بلحاظ زمان و درجہ بھی بہت متقدم ہیں، نجم غیطی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۹۸۴ھ دو سو سال بعد گزرے ہیں، پھر آپ سے ناقل "زبیدی" تک تین سو سال کا فصل ہے، اگر غیطی کی کسی کتاب میں ہے تو وہ ابن رجب کی کتاب جیسی معروف نہیں۔

شرنبلالی رحمہ اللہ تعالیٰ ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ سے تین سو سال بعد گزرے ہیں، آپ نے کوئی حوالہ بھی تحریر نہیں فرمایا، ممکن ہے کہ نجم غیطی ہی سے نقل کیا ہو جس کا حال اوپر لکھا جا چکا ہے، اس لئے یہ قول امام ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق کے مقابلہ کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

اس اختلاف کا اس حقیقت پر کوئی اثر نہیں پڑتا کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے نصف شعبان کی فضیلت کے بارے میں کسی قسم کی کوئی روایت نہیں۔

یہ تحقیق ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے متعلق تھی، اس میں شبہہ نہیں کہ چاروں ائمہ کے جمہور مقلدین نفس فضیلت کے قائل ہیں۔

روایاتِ حدیث:

قال الامام ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ:

وفی فضل لیلۃ نصف شعبان احادیث اُخر متعددۃ وقد اختلف فیہا فضعفہا الاکثرون وصحح ابن حبان بعضہا وخرجہ فی صحیحہ ومن امثلہا حدیث عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت:

فقد ت النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث. خرجہ الامام احمد والترمذی وابن ماجۃ وذکر الترمذی عن البخاری انہ ضعفہ (لطائف المعارف ص ۱۴۳)

”شب نصف شعبان کی فضیلت میں اور متعدد احادیث ہیں جن میں اختلاف ہے، اکثر محدثین نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے، ابن حبان نے ان میں سے بعض کو صحیح کہا ہے اور اپنی کتاب ”صحیح ابن حبان“ میں ذکر کیا ہے، ان میں سب سے بہتر حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے۔ اس حدیث کی تخریج امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے کی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔“

اس سے ثابت ہوا کہ جس حدیث کو ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح سمجھ کر اپنی کتاب میں درج فرمایا ہے وہ اس حدیث سے بھی زیادہ ضعیف ہے جس کو امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ ضعیف حدیث کے حکم کی تفصیل رسالہ ”حدیث ضعیف پر عمل کرنے میں مفاسد“ میں ہے۔

الحاق:

بوقت تحریر منکرین فضیلت کی تفصیل سے متعلق پانچ کتابیں سامنے تھیں جن کی عبارات لکھی جا چکی ہیں، تکمیل تحریر کے بعد چھٹی کتاب اقتضاء الصراط المستقیم لابن تیمیہ میں بھی منکرین تفضیل کا بیان مل گیا جو درج ذیل ہے:

(۶) قال الامام ابن تیمیۃ رحمہ اللہ تعالیٰ:

ومن العلماء من السلف من اھل المدینۃ وغیرھم من الخلف: من انکر فضلھا وطعن فی الاحادیث الواردۃ فیھا کحدیث ”ان اللہ یغفر فیھا لاکثر من عدد شعر غنم بنی کلب“. وقال: لا فرق بینھا وبین غیرھا۔

لکن الذی علیہ کثیر من اھل العلم او اکثرھم من اصحابنا وغیرھم: علی تفضیلھا، وعلیہ یدل نص احمد رحمہ اللہ تعالیٰ، لتعدد الاحادیث الواردۃ فیھا، وما یصدق ذلک من الآثار السلفیۃ وروی بعض فضائلھا فی المسانید والسنن، وان کان قد وضع فیھا اشیاء اخر. فاما صوم یوم النصف مفردا فلا اصل لہ بل افرادہ مکروہ (اقتضاء الصراط المستقیم ص ۳۰۲)

”اہل مدینہ سے علماء سلف اور غیر اہل مدینہ سے بھی بعض علماء خلف نے اس رات کی فضیلت کا انکار کیا ہے اور اس بارے میں احادیث واردہ کو ناقابلِ

اعتبار قرار دیا ہے،
لیکن بہت سے یا اکثر اہل علم اس کی فضیلت کے قائل ہیں، امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصریح سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے، اس بارے میں متعدد احادیث اور آثار سلف کی وجہ سے، اس رات کے بعض فضائل مسانید وسنن میں مروی ہیں، اگرچہ اس میں یقیناً کئی خود ساختہ اور منگھڑت چیزیں بھی داخل کردی گئی ہیں۔ اس دن کے روزہ کا کوئی ثبوت نہیں، بلکہ تنہا اس دن کا روزہ رکھنا مکروہ ہے۔"

اس سے امور ذیل ثابت ہوئے:

① امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت تفضیل کا ثبوت،

تاہم یہ حقیقت نظر انداز نہیں کی جا سکتی کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات ۷۲۸ھ میں ہوئی ہے اور امام ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ کی ۷۹۵ھ میں۔ سڑسٹھ سال کی طویل مدت میں بھی یہ روایت امام ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچ پائی جبکہ آپ مذہب حنبلی کے مشہور امام ہیں، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ روایت بہت ہی غیر معروف ہے اسی لئے امام ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ نے "ولا یعرف للامام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کلام" فرمایا ہے۔

② اس سے امام ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق کی مزید تائید ہوگئی اور یہ حقیقت مزید واضح ہوگئی کہ علماء مدینہ واصحاب مالک رحمہم اللہ تعالیٰ نفس فضیلت کے منکر ہیں، نجم غیطی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ خیال صحیح نہیں کہ یہ حضرات صرف اجتماع واحتفال کے منکر ہیں، نفس فضیلت کے قائل ہیں۔ علامہ طرطوشی اور علامہ ہیثمی رحمہما اللہ تعالیٰ کی تحریرات میں بھی نفس فضیلت کے انکار کی تصریح گزر چکی ہے اور زید بن اسلم رحمہ اللہ کا یہ ارشاد بھی:

ما ادرکنا احدا من مشایخنا وفقہائنا یلتفتون الی لیلۃ البراءۃ وفضلہا علی غیرہا۔

"ہم نے اپنے مشایخ اور فقہاء میں سے کسی ایک کو بھی ایسا نہیں پایا جو شب براءت کی طرف کوئی التفات کرتا ہو اور اس کو دوسری راتوں پر فضیلت دیتا ہو۔"

زید بن اسلم رحمہ اللہ تعالیٰ بہت جلیل القدر تابعی اور بہت بڑے محدث وفقیہ ہیں، آپ کے مشایخ وفقہاء حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور کبار تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں، اور اسلاف فقہاء مدینہ یہی حضرات ہیں، اس لئے کہ آپ مدنی ہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۱۲ ربیع الاول ۱۴۱۳ ہجری

شبِ براءت اور مُسلمان

اس زمانہ کے مسلمانوں کا ذوق

- ترک منکرات و معاصی ظاہرہ و باطنہ کی بجائے صرف فضائل کی طرف توجہ اور دنیا و آخرت کی فلاح و بہبود کے لئے اسی کو کافی سمجھنا، بلکہ اسی سے ولایت کے تمام درجات حاصل کر لینا۔
- فضائل ماثورہ کو چھوڑ کر خود ساختہ فضائل اور روایات موضوعہ کا اتباع۔

صراط مستقیم

اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح ارشادات کے مطابق دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی و کامرانی کا واحد راستہ یہ ہے کہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے بچنے اور دوسروں کو بچانے کی کوشش کی جائے،
ذکر اللہ بکثرت جاری رکھنے کا اہتمام کیا جائے اور عبادتِ نافلہ زیادہ سے زیادہ کی جائیں مگر طریق مسنون کے مطابق ؎

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا
ولیکن میفزائے بر مصطفیٰ!

۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شبِ برارت میں شیعہ کی خباثت

سوال : شبِ برارت میں حلوا پکانے اور آتش بازی کا شریعت میں کوئی ثبوت ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اس رات کا نام "شبِ برارت" کسی حدیث سے ثابت نہیں، اِس شب میں استغفار و توبہ پر مغفرت اور عذاب جہنم سے نجات کے بارے میں ضعیف روایات ہیں، شاید اس وجہ سے اس کا نام "شب برارت" مشہور ہو گیا ہو، براءت بمعنی نجات۔

بعض کا خیال ہے کہ یہ نام شیعہ نے رکھا ہے، وہ اس میں حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر تبرّا کرتے ہیں اس لئے اسے "شبِ برارت" کہتے ہیں یعنی "تبرّا کی رات" مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے "تبرّا" کی جگہ اسی کا ہم معنی لفظ "برارت" لگا کر مسلمانوں میں پھیلا دیا۔

یہ خیال کچھ بعید نہیں بلکہ قرینِ قیاس ہے، اس لئے کہ یہ حقیقت کوئی ڈھکی چھپی نہیں کہ شیعہ نے بذریعہ تقیہ اور مکر و فریب اپنے مذہب کے بہت سے عقائد مسلمانوں کی قلوب کی گہرائیوں میں اس طرح اُتار دیئے ہیں اور راسخ کر دیئے ہیں کہ مسلمان ان کو بلا شبہہ عقائد اسلام سمجھ رہے ہیں اور بیشمار باتیں نہایت مکاری و عیاری سے مسلمانوں میں اس طرح عام پھیلا دی ہیں کہ ان کو اس کا کوئی شعور نہیں، ان میں سے صرف چند مثالیں رسالہ "منکراتِ محرم" میں ہیں۔

شیعہ کا خیال ہے کہ نصف شعبان کی شب میں ان کے امام مہدی کی

ولادت ہوئی ہے اس لئے وہ اس رات اور دن کو بہت مبارک سمجھتے ہیں،
ولادتِ امام کی خوشی میں **حلوا خوری** اور آتش بازی کرتے ہیں،
پٹاخے چھوڑتے ہیں اور امام مہدی کے خلیفہ سوم حسین بن رُوح کے نام
پرچوں میں اپنی حاجات لکھ کر کنویں یا دریا میں ڈالتے ہیں تاکہ وہ ان کی
درخواستیں امام مہدی کے ہاں پیش کرے۔

نصف شعبان کے بارے میں ان کا یہ عقیدہ وعمل بہت مشہور اور ان کی
کتابوں میں مذکور ہے، جن میں سے کتاب "تحفۃ العوام" اس زمانے میں
بہت مشہور ومقبول ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ولادت مہدی کا خیال ہی سرے سے باطل اور ان کا
من گھڑت افسانہ ہے چہ جائیکہ اس کی نصف شعبان کی طرف نسبت۔
مذہب شیعہ میں تیسرے امام "حسین" کے سوا ہر امام کا امام سابق
کی اولاد میں ہونا ضروری ہے، اور اصول کافی وغیرہ کی تصریح کے
مطابق گیارہواں امام "حسن عسکری" لاولد تھا، حکومت نے پوری
تفتیش اور مکمل تحقیق کے بعد اس کو لاولد قرار دیکر اس کے بھائی کو
میراث دلائی۔

شیعہ کو اپنے اس عقیدہ کے مطابق حسن عسکری کی اولاد سے بارہواں
امام ثابت کرنے کی مشکل پیش آئی تو اس کو حل کرنے کے لئے یہ
افسانہ گھڑا کہ حسن عسکری کے انتقال سے چار یا پانچ سال پہلے اس
کے گھر امام مہدی پیدا ہوا جو عوام کو نظر نہیں آتا تھا اور حسن عسکری
کے انتقال سے دس روز پہلے صرف چار پانچ سال کا یہ بچہ چالیس
ہاتھ لمبا اور اونٹ کی ران جتنا موٹا قرآن اور تمام انبیاء سابقین
علیہم السلام پر نازل شدہ کتابیں اور وہ سارا سامان جو ہر امام کے
پاس رہتا تھا سب اٹھا کر غار سر من رای میں غائب ہوگیا،

یہ پوری تفصیل اصول کافی میں کئی مختلف ابواب میں ہے۔
بزعم شیعہ مہدی کی غیبتِ صغریٰ کی ابتداء سے غیبت کبریٰ تک اس کے چار نائب علی الترتیب گزرے ہیں جن کو مہدی کے مقام رہائش کا علم تھا:

(۱) ابو عمر عثمان بن سعید
(۲) محمد بن عثمان بن سعید
(۳) حسین بن روح
(۴) علی بن محمد

حاجت براری کے لئے پہلے دو کو غالباً اس لئے پسند نہیں کیا کہ اوّل کا نام عثمان ہے اور اس نے اپنے ایک بیٹے کا نام عمر رکھا۔
دوسرے نائب کو اس لئے چھوڑا کہ نائب اوّل "عثمان" کا بیٹا ہے۔
شیعہ ولادتِ مہدی کی خوشی میں اس رات حلوا خوری کرتے ہیں۔
مسلمانوں کو یوں دھوکا دیا:

"اس تاریخ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک شہید ہوا تھا اس لئے حلوا کھاؤ۔"

حالانکہ وہ غزوۂ احد کا واقعہ ہے جو شوال میں ہوا ہے، پھر یہ بھی عجیب عشق ہے:

"محبوب کا دانت شہید ہوا تم حلوا کھاؤ۔"

ع
ہم فراقِ یار میں گھُل گھُل کے ہاتھی ہو گئے
اتنے گھُلے اتنے گھُلے رستم کے ساتھی ہو گئے

واللہ العاصم من جمیع الفتن

۱۲ر شعبان ۱۴۱۱ ہجری

نصفِ شعبان میں ایصالِ ثواب

سوال : شعبان کی پندرہویں رات کو قبرستان میں جانے اور اموات کو ایصالِ ثواب کرنیکا عام دستور ہے، اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملهم الصواب

امداد الفتاویٰ میں اس پر طویل بحث ہے، جسکا خلاصہ یہ ہے :

"مولانا محمد صدیق صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق کے مطابق اس رات میں ایصال ثواب ثابت نہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بقیع تشریف لیجانا اور دعا ثابت ہے مگر یہ اس رات کی خصوصیت نہ تھی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روزانہ کا معمول اور عادت مستمرہ تھی۔

حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے آخر میں نصف شعبان کے ذکر سے اس رات کی تخصیص معلوم ہوتی ہے مگر بقول ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس روایت کی تضعیف فرمائی ہے، اس روایت میں نصف شعبان کی زیادتی میں حجاج متفرد ہے جو سیئ الحفظ اور مجروح ہے، علاوہ ازیں اسمیں دو جگہ انقطاع ہے، حجاج کو یحییٰ سے اور یحییٰ کو عروہ سے سماع حاصل نہیں۔

اس زیادتی کو صحیح تسلیم کرلیا جائے تو بھی اس سے استدلال صحیح نہیں، اس لئے کہ اس میں خروج الی البقیع کی وجہ بتانا مقصود نہیں بلکہ وقت معہود سے قبل خروج کی وجہ بتائی گئی ہے، عادتِ مستمرہ آخر

لیل میں خروج کی تھی مگر اس شب اوّل لیل میں خروج ہوا، اس لئے کہ دوسری راتوں میں سماء دنیا کی طرف نزول آخر لیل میں ہوتا ہے اور اس شب ابتداءِ لیل سے ہی ہو جاتا ہے، اس لئے قبرستان میں جاکر دُعاء کرنے کو اس رات کے احکام و فضائل میں شمار کرنا صحیح نہیں۔

دوسرے علماء قبرستان جاکر اموات کے لئے دعاء کرنے کو حدیث مذکور کا مدلول قرار دیکر استحباب کے قائل ہیں، مگر فساد اعتقاد و قبائح عملیہ کے پیشِ نظر قبرستان جانے سے منع فرماتے ہیں۔

ایصالِ ثواب کے لئے اس شب کی تخصیص کے عدم ثبوت پر سب کا اتفاق ہے، اس شب کی فضیلت کی وجہ سے اس میں صدقہ کرنے میں مضایقہ نہیں، مگر عوام کے زعم تعیین و تخصیص کی وجہ سے اس سے منع فرمایا ہے۔"

حضرت حکیم الامۃ قدس سرہٗ نے بہشتی زیور اور اصلاح الرسوم میں ایصال ثواب کی سنیت تحریر فرمائی ہے جس سے امداد الفتاویٰ میں رجوع کا اعلان فرمایا ہے اور یہ ہدایت فرمائی ہے کہ اصلاح الرسوم کہیں طبع کی جائے تو اس مقام پر یہ رجوع بطور حاشیہ لکھدیا جائے۔

امداد الفتاویٰ جلد چہارم کی ابتداء میں طویل بحث کے بعد آخر میں اکابر علماءِ دیوبند کا فیصلہ درج ہے جس کا خلاصہ اوپر لکھدیا ہے اور رسالہ "تحقیقِ شب برات" میں یہ فیصلہ پورا نقل کر دیا ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۸ر شعبان ۱۴۱۱ھ
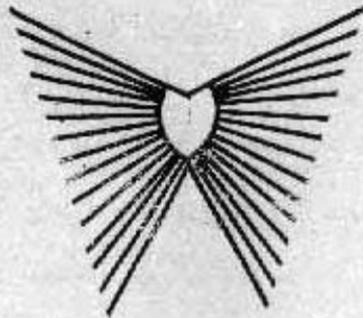
كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ (مسلم)

انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ جو بات بھی سُنے (بلا تحقیق) بیان کردے

حدیثِ ضعیف پر عمل کرنے میں مفاسد

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ

اصولِ حدیث میں ایک بہت اہم قاعدہ

حضرات فقہاءِ کرام رحمہم اللہ کی تنبیہات

عقلِ سلیم و فہمِ مستقیم

تغیراتِ زمانہ پر فقیہانہ نظر

اپنے موضوع میں منفرد تنقید بے مثال تحقیق

حدیث ضعیف پر عمل کرنے میں مغالطہ

تاریخ تالیف ——— رمضان ۱۳۱۱ھ

تاریخ اشاعت ——— ۱۳۱۲ھ

عام طور پر مشہور ہے کہ فضائل میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز ہے۔

اس رسالہ میں

حدیث، اصول حدیث و نصوص فقہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ یہ حکم عام نہیں بلکہ اسکے لیے بہت سی قیود و شروط ہیں جو اس زمانہ میں مفقود ہیں لہذا اب فضائل میں بھی حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز نہیں۔

عمل بالحدیث الضعیف میں مفاسد

سوال : مشہور ہے کہ فضائل میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے، کیا یہ مطلقاً صحیح ہے یا اس میں کوئی تفصیل ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب باسم ملهم الصواب

ضعیف حدیث پر عمل کرنے میں مندرجۂ ذیل مفاسد ہیں :

(۱) اس میں یہ شرط ہے کہ اس عمل کو سنت نہ سمجھا جائے،

اور حال یہ ہے کہ عوام تو در کنار خواص بلکہ مشہور علماء اور مقتدی حضرات بھی ایسے اعمال کو سنت سمجھتے ہیں، بالخصوص شیخ عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب "ما ثبت بالسنۃ" کا نام دیکھ کر اس میں مذکورہ سب اعمال کو مسنون سمجھا جاتا ہے، حالانکہ اسمیں بھی اکثر روایات اسی قسم کی ہیں۔

(۲) یہ شرط بھی ہے کہ روایت ضعیفہ سے کوئی حکم شرعی ثابت نہ کیا جائے،

اور اعتقاد فضیلت حکم شرعی ہے البتہ خیال فضیلت حکم شرعی نہیں۔

(۳) یہ شرط بھی ہے کہ روایت میں ضعف شدید نہ ہو،

اور فضائل سے متعلقہ اکثر روایات کا حال یہ ہے کہ صرف ضعیف شدید ہی نہیں، بلکہ موضوعہ ہیں، بیشتر کے موضوع ہونے کی تو اصحاب فن نے تصریح فرمائی ہے اور بقیہ کے بارے میں بھی بوجوہ ذیل یہی ظن غالب ہے۔

(۱) ان کے رواۃ وضاع، روافض اور صوفیہ ہیں۔

وضع احادیث میں روافض کا کردار اتنا واضح اور اسقدر مشہور ہے کہ مزید وضاحت کی حاجت نہیں، علاوہ ازیں اس کی تفصیل تحریر میں لانے کے لئے مختصر مضمون کافی نہیں، دفاتر کے دفاتر درکار ہیں۔

وضع احادیث کے فن میں صوفیہ کے کارناموں سے بھی کتب حدیث و رجال بھری پڑی ہیں۔

قال الامام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ :

قال یحیی بن سعید القطان رحمہ اللہ تعالیٰ لم نر الصالحین فی شیء اکذب منھم فی الحدیث (الی قولہ) لم نر اھل الخیر فی شیء اکذب منھم فی الحدیث قال مسلم یقول یجری الکذب علی لسانھم ولا یتعمدون الکذب۔

وقال العلامۃ العثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ :

قال عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ وقد یقع فی الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من غلبت علیہ العبادۃ ولم یکن معہ علم فیضع الحدیث فی فضائل الاعمال ووجوہ البر ویتساھلون فی روایۃ ضعیفھا ومنکرھا وموضوعاتھا عما قد حکی عن کثیر منھم واعترف بہ بعضھم وھم یحسبون لقلۃ علمھم انھم یحسنون صنعا اھ والحکایات فی ھذا الباب کثیرۃ ذکر نبذا منھا السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فی التدریب۔ (فتح الملھم ص۱۳۳ ج۱)

(۲) چوتھی صدی تک ان روایات کا وجود نہیں ملتا، صرف متأخرین کی تصانیف میں ہیں، مثلاً شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کیطرف منسوب "غنیۃ الطالبین" ابوطالب مکی رحمہ اللہ تعالیٰ کی "قوت القلوب" امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کی "احیاء العلوم" "مکاشفۃ القلوب" "کیمیائے سعادت" حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصانیف اور شیخ عبد الحق دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی "ما ثبت بالسنۃ" کتب متقدمین میں کسی حدیث کا وجود نہ ملنا اسکے موضوع ہونے کی دلیل ہے،

قال الامام البیھقی رحمہ اللہ تعالیٰ :

من جاء الیوم بحدیث لا یوجد عند الجمیع لا یقبل (فتح المغیث ص۹۶ مقدمۃ ابن الصلاح ص۱۰)

وقال الشاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ :

وطبقۂ رابعہ احادیثے کہ نام ونشان آنہا در قرون سابقہ معلوم نبود ومتأخرین آن را روایت کردہ اند پس حال آنہا از دو شق خالی نیست یا سلف تفحص کردند وآنہا را اصل نیافتہ اند تا مشغول بروایت آنہا می شدند یا یافتند ودران قدحی

وعلتی دیدند کہ باعث شد ہمہ آنہا را بر ترک روایت آنہا،
وعلی کل تقدیر این احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملی
بآنہا تمسک کردہ شود ولنعم ما قال بعض الشیوخ فی امثال ھٰذا ؎

فان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ
وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

واین قسم احادیث را بسیارے از محدثین زدہ است وبجہت کثرت طرق این احادیث
کہ درین قسم کتب موجودند مغرور شدہ حکم بر تواتر آنہا نمودہ ودر مقام قطع ویقین بدان
تمسک جستہ برخلاف احادیث طبقات اولیٰ وثانیہ وثالثہ مذہبے برآوردہ اند ودرین
قسم احادیث کتب بسیار مصنف شدہ اند۔ (الی قولہ) ومایۂ تصانیف شیخ جلال الدین
سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ در رسائل ونوادر خود ہمین کتابہاست (عجالۂ نافعہ ص ۷)

امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۴۵۸ھ پانچویں صدی کے نصف اول میں گزرے ہیں،
تیسری صدی میں امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کے فرمان پر پورے
اسلامی قلمرو میں جلیل القدر محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے خوب محنت وجانفشانی اور بہت تنقیر و
تنقید سے تدوین حدیث کا کام مکمل کر لیا تھا، اس لئے حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے
ارشاد فرمودہ اصول کے مطابق چوتھی صدی میں پیدا ہونے والی روایات بھی طبقۂ رابعہ میں
داخل معلوم ہوتی ہیں، مزید توسیع سے کام لیا جائے تو پانچویں صدی کی روایات تو امام بیہقی
رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصریح کے مطابق یقیناً ناقابلِ قبول ہیں۔

کتبِ مذکورہ کی روایات کے غیر معتبر ہونے پر صرف یہی دلیل نہیں کہ متقدمین کے ہاں
ان کا کوئی سراغ نہیں ملتا بلکہ اس سے بھی بڑی آفت یہ ہے کہ ان کے رواۃ، وضاع،
روافض، صوفیہ، مناکیر و مجاہیل ہیں کما ھو ظاھر لمن لہ مسکۃ من فن الرجال۔

۲۷ رجب، لیلۃ عرفۃ والعیدین میں عبادت کی فضیلت سے متعلق روایات
سب اسی قسم کی ہیں، نصف شعبان کے بارے میں بھی اکثر روایات کا یہی حال ہے۔

یہ صحیح ہے کہ روایاتِ ضعیفہ کے تعدد سے قوت آجاتی ہے مگر کتبِ مذکورہ کے بیشتر
رواۃ ایسے ہیں کہ ان جیسوں کا عدد ہزار سے بھی بڑھ جائے تو بھی ان پر اعتماد کرنا جائز
نہیں، الخبیث لا یزید الا خبثا۔

اوپر شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق گزر چکی ہے کہ ایسی روایات کو بہت سے محدثین بھی متواترات شمار کرنے لگے ہیں جن کا اصلاً کوئی ثبوت ہی نہیں۔

۲۷ ر رجب کی تو کوئی فضیلت ہے ہی نہیں۔ اس سے متعلقہ سب روایات روافض کی خانہ زاد ہیں۔

نصف شعبان کے بارے میں اکثر روایات موضوعہ ہیں، بعضا ضعیفہ ہیں ان کے بارے میں اختلاف ہے، بعض علماء نے ان کو بھی رَد کردیا ہے۔ جمہور ان روایات کے پیش نظر اس شب کی فضیلت اور اس میں عبادت مطلقہ کے استحباب کے قائل ہیں، اس رات میں ایصالِ ثواب اور دن کا روزہ بالاتفاق ثابت نہیں۔ اس زمانہ میں قبرستان جانا بھی بالاتفاق ممنوع ہے تفصیل رسالہ "تحقیق شب برات" میں ہے۔

شبِ عرفہ و عیدین کی فضیلت ثابت ہے مگر کسی رات یا دن کی فضیلت سے اس میں کسی عبادت غیر ماثورہ کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی، بلکہ اس کی تخصیص سے صراحۃً ممانعت وارد ہوئی ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تختصوا لیلۃ الجمعۃ بقیام من بین اللیالی ولا تختصوا یوم الجمعۃ بصیام من بین الایام (مسلم)

واللہ ھو العاصم من المحدثات فی الدین

۷ ر رمضان سنہ ۱۴۱۱ھ